رویت ہلال......فلکیاتی مسائل اور اسلامی تعلیمات

سید باچا آغا صاحبزادہ
لیکچرار اسلامیات گورنمنٹ ڈگری کالج کوئٹہ

علامہ شامی کے ذیل کی عبارت سے ایک چوتھے طریقہ کا بھی عندیہ ملتا ہے کہ اگر حاکم اسلام نے یہ طریقہ مقرر کر رکھا ہو کہ شعبان کی 29 تاریخ کو اگر چاند نظر آ جائے تو توپیں داغی جائیں، یا بلند میناروں پر قندیلیں روشن کی جائیں، جہاں تک ان توپوں کی آواز پہنچے گی، جہاں تک ان قندیلوں کی روشنی نظر آئے گی، وہاں تک لوگوں پر روزہ رکھنا فرض ہوگا، اسی طرح عید الفطر کا حکم ہے، چنانچہ علامہ شامی لکھتے ہیں۔

"یلزم اهل القری الصوم بسماع المدافع أورؤیة القنادیل من المصر؛ لأنه علامة ظاهرة تفید غلبة الظن، وغلبة الظن حجة موجبة للعمل کما صرحوابه واحتمال کون ذالك لغیر رمضان بعید، إذلا یفصل مثل ذالك عادة فی لیلة الشك إلالثبوت رمضان"(۱)۔

شہر سے قندیلوں کی روشنی دیکھنے یا توپوں کی آواز سننے سے قریہ والوں پر لازم ہے کہ روزہ رکھیں، کیونکہ یہ علامت ظاہرہ ہے، جو غلبہ ظن کا فائدہ دیتا ہے اور غلبہ ظن حجت موجبہ ہے عمل کے لیے، جیسا کہ اس کی تصریح کی گئی اور اس امر کا احتمال کہ، یہ توپیں یا قنادیل کی روشنی رمضان کے لیے نہ ہوں، بلکہ کسی اور مقصد کے لیے ہوں، بعید ہے، کیونکہ عادت یہ ہے کہ شک کی رات کو اس طرح کا فعل نہیں کیا جاتا، مگر ثبوت رمضان کے لیے یہ فعل کیا جاتا ہے۔

فقہا کرام نے جب توپ کی گونج دار آواز اور قندیلوں کی روشنی کو طرق موجبہ میں شمار کیا ہے، جو رویت ہلال کے لیے محض علامت ہے تو ٹیلی ویژن اور ریڈیو کے اعلان کو طرق موجبہ میں شمار نہ کرنا شاید بے انصافی ہوگی۔ کیونکہ رویت ہلال کمیٹی کے اراکین، شرعی شہادت کے بعد رویت کا فیصلہ کرتی ہے اور یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ کل رمضان ہوگا، یا عید ہوگی۔ رہا اعلان رویت تو یہ بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذیل کے ارشاد گرامی سے ثابت اور اس کی تعمیل ہے۔

"عن ابن عباس رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال جاء اعرابی الی النبی صلی اللّٰه علیه وسلم فقال: انی رأیت الهلال یعنی هلال رمضان، فقال: أتشهد ان لا اله الا اللّٰه قال، نعم، قال: أتشهد ان محمداً رسول اللّٰه قال نعم، قال: یا بلال! اذن فی الناس ان یصوموا غداً"(۲)۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ ایک اعرابی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے چاند دیکھا، یعنی رمضان کا چاند، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو گواہی دیتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی خدا نہیں، اس نے جواب دیا ''جی ہاں''۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یا اے بلال لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔

یہاں اس امر کی وضاحت ضروری ہے کہ اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں کہ گواہ کا گواہی دیتے وقت قاضی کی عدالت میں موجود ہونا ضروری ہے، تاکہ قاضی اس پر جرح کر کے اس کے عادل یا فاسق، صادق یا کاذب ہونے کا فیصلہ کر سکے۔ ٹیلیفون وغیرہ کے ذریعے اگر کوئی شخص شہادت دے گا، تو وہ شرعاً معتبر نہیں ہوگی، لیکن اگر گواہ قاضی کی عدالت میں پیش ہو کر گواہی دیتا ہے اور قاضی اس پر جرح قدح کر کے اس کی گواہی کو قبول کرتا ہے اور اس کے مطابق شرعی فیصلہ صادر کرتا ہے تو اس کے بعد قاضی یا قاضی کا نائب ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعے یہ اعلان کرتا ہے کہ شرعی شہادت کے مطابق چاند کی رویت ثابت ہوگئی ہے، تو ایسے اعلان کے حجت موجبہ للعلم شرعی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ رویت ہلال کی مذکورہ شرعی بحث کے بعد اس کی پیشین گوئی کی طرف آتے ہیں۔ یہ بات تو طے ہے اور سائنس دان خود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ ابھی تک ہر ماہ کی رویت ہلال کی حتمی پیشین گوئی کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ مشاہدات کی رو سے واضح ہوتا ہے کہ رویت ہلال کے لیے بہترین کیفیات میں بھی 20 گھنٹوں سے کم عمر کا چاند نظر نہیں آتا۔ 30 گھنٹے کی عمر کا چاند عموماً دکھائی دے دیتا ہے۔ 20 تا 30 گھنٹوں کی عمر کا چاند کبھی نظر آ جاتا ہے۔ ممکن ہے یہ مشاہدات ان علاقوں کی ترجمانی کرتے ہوں، جہاں صنعتی کارخانوں کی بہتات ہو، یا وہاں کی عمومی زندگی میں تیل اور پٹرول کے باعث پیدا ہونے والے دھوئیں، یا گرد و غبار کی زیادتی کے باعث فضا کا شفاف پن متاثر ہوتا ہو، اس لیے 20 گھنٹے کی اس کم از کم مدت میں کچھ رعایت دی جا سکتی ہے۔ اگر ہم اسے 17، یا 18 گھنٹے کی حد تک پیچھے لے جائیں، تو کہا جا سکتا ہے کہ کسی جگہ پر بھی شام کے وقت اس سے کم عمر کا چاند نظر آنے کا کوئی امکان نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح چاند نظر آ جانے والی مدت کو احتیاطاً اتنا ہی بڑھا کر 32 یا 33 گھنٹے تک لے جائیں تو رویت ہلال کے امکانات قوی تر ہو جائیں گے۔ درمیانی مدت جو غیر یقینی میعاد کے زمرے میں آتی ہے، اس کے چاند دیکھنے کے لیے ماہرین سے مدد لی جا سکتی ہے۔ وہ ہر ماہ آسمان پر نئے چاند کی موجودگی کے صحیح رخ کی نشاندہی کر سکتے ہیں، تاکہ اسے درست سمت تلاش کرنے میں آسانی ہو۔ نئے چاند کی ایک خاص عمر کو حد فاصل قرار دے کر رویت ہلال کے پیشگی تعین کر دینے کا عمل بہت سی پیچیدگیاں پیدا کرنے کا موجد بن سکتا ہے۔ سب سے پہلے اس بات کا یقین حاصل کرنا ہوگا کہ اس عمر سے زیادہ کا چاند ضرور نظر آ جاتا ہے اور اس سے کم عمر کا بالکل نہیں۔ اس کے لیے کوئی بھی حد متعین کرنا سائنسی اور شرعی اصولوں کے تحت کسی طور درست نہیں ہو سکتی۔ ویسے

بھی اس طرح بعض اوقات مضحکہ خیز صورت پیدا ہو سکتی ہے۔ فرض کریں کہ کسی ماہ حد فاصل، کم عمر کا چاند، جو رویت ہلال کے نہ ہونے کا ایک متعینہ معیار بنا دیا گیا ہے، اچھی کیفیات کے باعث خلاف توقع نظر آ جائے تو ملک میں کیا صورتحال برپا ہوگی؟ رویت ہلال نہ ہونے کے حتمی پیشگی فیصلے کے باعث بے فکر عوام سخت الجھن میں پڑ جائیں گے۔ آنکھوں دیکھے چاند کو وہ عدم رویت کیسے تصور کریں گے؟ اگر اس عجیب وغریب صورت سے بچنے کے لیے حد فاصل کو اس قدر پیچھے کر دیا جائے کہ اس سے دو تین گھنٹے زیادہ عمر کا چاند بھی کسی صورت دکھائی نہ دے سکتا ہو تو اس درمیانی عرصے کے دکھائی نہ دے سکنے والے چاند کو کس شرعی سند کے تحت رویت ہلال قرار دیا جائے گا؟ لہٰذا چاند کی ایک خاص عمر کو رویت ہلال قرار دینے کا خیال ناممکن العمل ہے۔(۳)

بعض لوگ قمری مہینے کی 30 تاریخ کی شام کو دکھائی دینے والے نئے چاند کی جسامت کو نسبتاً بڑا دیکھ کر یہ قیاس آرائی کرنے لگتے ہیں کہ یہ لازمی طور پر دوسری رات کا چاند ہے۔ یہ سوچ چاند کے فلکیاتی نظام سے لاعلمی پر مبنی ہے۔ نئے چاند کی جسامت کا کوئی خاص پیمانہ نہیں ہوتا، اس کا اندازہ اس کی عمر سے کیا جا سکتا ہے۔ ماقبل میں بیان کیا جا چکا ہے کہ ماہرین فلکیات کے مشاہدوں کے مطابق 20 گھنٹے تک کی عمر کا چاند عموماً دکھائی نہیں دیتا اور 20 سے 30 گھنٹے کے درمیانی عمر کے چاند کے دکھائی دینے کا انحصار متعدد فلکیاتی کیفیات پر ہوتا ہے۔ اسی طرح چاند کے پہلی مرتبہ نظر آنے کی عمر 50 سے بھی زائد گھنٹوں تک ہو سکتی ہے، لہٰذا مختلف عمروں کے چاند مختلف جسامت کے بنتے ہیں۔ اس کی وضاحت درج ذیل مثالوں سے ہوگی۔

اگر ایک قمری مہینے کی 29 تاریخ کی شام کو ایک مقام پر چاند کی عمر 21 گھنٹے ہے اور اس کے دیکھے جانے میں کوئی فلکیاتی کیفیت مزاحم نہیں، لہٰذا رویت ہوگی۔ اگر اس کی عمر 18 گھنٹے ہوتی تو وہ نظر نہ آتا، بلکہ اگلی شام کو مزید 24 گھنٹے گزر جانے کے باعث 42 گھنٹے کی عمر ہو جانے پر پہلی مرتبہ دکھائی دیتا۔

عوام الناس میں یہ تصور عمومی طور پر پایا جاتا ہے کہ چودھویں رات کو چاند، پوری شب مکمل دائرے کی صورت میں روشن ہوتا ہے۔ اس تصور کے تحت بعض لوگ چاند کی گولائی کی ظاہری تکمیل سے اس ماہ کی رویت ہلال کی درستگی کا اندازہ کرتے ہیں۔ جب کہ حقیقت میں یہ معیار درست نہیں، کیونکہ چاند کی روشن جسامت لحہ بہ لحہ مسلسل بڑھتی، یا گھٹتی رہتی ہے۔ قمری مہینے کے نصف اول میں بڑھتے رہنے کے عمل کے بعد ایک لحہ ایسا آتا ہے کہ زمین کے مقابل چاند کی پوری جسامت روشن ہو جاتی ہے۔ فلکیات کی اصطلاح میں اسے "Full moon" یا ماہ کامل کہا جاتا ہے اور یہ کرہ ارض پر صبح، دوپہر شام اور رات کے 24 گھنٹوں پر پھیلے ہوئے اوقات میں سے کوئی لحہ بھی ہو سکتا ہے۔ اس کے فوراً بعد اس کی روشن سطح کے گھٹنے کا عمل شروع ہو جاتا ہے، لہٰذا معلوم ہوا کہ چاند ساری رات یکساں جسامت کے ساتھ روشن نہیں رہتا۔ محض

آنکھوں سے چاند دیکھ کر یہ اندازہ کرنا کہ یہ پورا چاند ہے، بالکل ممکن نہیں اور نہ ہی بظاہر پورے دکھائی دینے والے چاند پر، گھنٹوں نظر جما کر ہی یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ یہ تکمیل کے مرحلے میں ہے، یا اس کے بعد مسلسل گھٹنے کے عمل میں ہے۔ یہ کام رصد گاہی آلات ہی سے انجام دے سکتے ہیں، جس طرح ماہرین فلکیات اپنے خصوصی فارمولوں سے چاند کی پیدائش کے ماہانہ اوقات کا تعین کرتے ہیں، اسی طرح وہ ہر مہینے کے ماہ کامل کے اوقات بھی معلوم کرتے ہیں۔ پس چودھویں رات کے عمومی تصور سے اس ماہ کی رویت ہلال معلوم کرنے کا معیار مقرر کرنا درست نہیں۔

اسلامی ممالک میں مذہبی تہواروں اور عبادات کے انعقاد کے دنوں میں اختلاف کے باعث بعض حلقوں میں تشویش پائی جاتی ہے۔ اس سلسلے میں رابطہ عالم اسلامی نے یہ تجویز پیش کی کہ تمام عالم اسلام میں ایک ہی روز عیدین منانے کے لیے کوئی مشترکہ لائحہ عمل تیار کیا جائے، اس سلسلے میں جس فارمولے پر اتفاق ہوا، اس کے مطابق مکہ معظمہ کو مرکزی حیثیت دی جائے گی اور اس شہر میں چاند دیکھنے کو بنیاد بنایا جائے گا۔ یہ تجویز بظاہر نہایت دلکش معلوم ہوتی ہے، مگر اس مقصد کے لیے شرعی قیود کو پس پشت نہیں ڈالا جاسکتا۔ سوال یہ ہے کہ اس کے لیے کون سی صورت اختیار کی جاسکتی ہے؟ جہاں تک رویت ہلال کی پیشگی تعیین کا معاملہ ہے، اس بارے میں ماہرین کے دلائل کی روشنی میں یہ بحث کی جاچکی ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہیں، اس کے لیے واقعاتی شہادت کا بندوبست کرنا پڑے گا۔ اگرچہ سٹیلائٹ کی ایجاد سے دنیا کے دور دراز ممالک کے فاصلے سمٹ گئے ہیں، مگر یہ تجویز کہ جس ملک میں چاند پہلے نظر آجائے، وہاں کی شہادت کی بنیاد پر کسی عالمی رویت ہلال کے اختیارات کے تحت تمام اسلامی ممالک میں ایک ہی روز میں اس نئے ماہ کے آغاز کا اعلان کردیا جائے، قطع نظر اس کے کہ اختلاف مطالع کے سبب ایک ملک کی رویت دوسرے ملک کے لیے حجت ہے، یا نہیں، ناقابل عمل ہے۔ کرہ ارض کے مغربی حصوں میں رویت ہلال کے امکانات مشرقی حصوں کی نسبت عموماً زیادہ ہوتے ہیں، کیونکہ مشرقی ممالک میں اگر نیا چاند کم عمر ہونے کے باعث دکھائی نہ دے سکے، تو مغربی ممالک میں پہنچنے تک اس کی عمر بڑھ جاتی ہے اور وہاں نظر آجاتا ہے۔ جس خطے میں رویت ہلال ہوجائے، یہ اس سے مغرب میں واقع ممالک کے لیے تو سند ہوسکتی ہے، مگر اس فیصلے کو انتہائی مشرقی ممالک میں نافذ کرنا، اس لیے ممکن نہیں کہ وہاں رات کا کافی حصہ گزر چکا ہوگا، یا ممکن ہے کہ اس سے بڑھ کر صبح ہوچکی ہو۔ وسطی حصوں میں بھی نصف شب، یا اس کے بعد تک بے یقینی کے باعث عوام پریشانی سے دوچار رہا کریں گے، کیونکہ رویت ہلال کا تعلق بعض اوقات مغرب کے کچھ دیر بعد عبادات کی ادائیگی سے بھی ہوتا ہے اور اگلے روز ہلال عید کی تیاری کے لیے بھی۔ مشرقی ممالک کے لوگوں کے لیے رویت ہلال کے انتظار میں شب بیداری ایک مسئلہ بن جائے گی۔ مراکش اور انڈونیشیا کے ملکوں میں معیاری وقت کا انتہائی فرق نو گھنٹے ہے اس حالت میں مراکش کی رویت پر انڈونیشیا میں کیسے عمل درآمد ہوسکتا ہے اور اس صورت میں وہاں کے عوام کی کیا کیفیت

ہوگی؟ سعودی عرب کو مرکز ماننے سے بھی یہی مسئلہ رہے گا صرف یہ فرق کم ہوکر چھ گھنٹے تک آ جائے گا، جس سے مذکورہ کیفیت میں کوئی خاص کمی نہیں ہوگی۔ مزید یہ امر بھی قابل غور ہے کہ سعودی عرب سے مغرب میں واقع ممالک میں چاند پہلے ہوجائے تو پھر مکہ معظمہ کی مرکزی حیثیت کیسے برقرار رہے گی؟۔(۴)

رویت ہلال کی بحث کے بعد ایک اہم موضوع پر توجہ مبذول کرنا لازمی ہے وہ یہ کہ اسلام میں سم ہیئت کی کیا اہمیت ہے؟ اسلامی ماہ کے تعین کا مدار چاند کی یعنی رویت پر اور چاند کی رویت میں بہت سے عوامل مثلاً دیکھنے والے کی قوت و ضعف بصارت، غبار، ابر، مطلع کا صحیح تعین اور رائے کی قوت خیالی وغیرہ شامل ہیں۔ اس لیے غلطی سے بچنے اور غلط شہادت کے قبول سے لوگوں کی عبادات کو غیر وقت میں ادا ہونے سے بچانے کے لیے رویت ہلال کا فیصلہ کرنے والے قاضی، یا دوسرے ذمہ داروں کو علم ہیئت کی مہارت، یا کم از کم مبادیات علم ہیئت سے واقفیت لازم وضروری ہے۔ جس سے چاند سورج کی شعاعوں سے نکل جانا وغیرہ امور کی معرفت حاصل ہونے کی وجہ سے قاضی، رویت کی شہادت کے موقع پر ان امور سے استفادہ کر سکے گا اور چاند کی شہادت کے قبول ورد میں صحیح فیصلہ تک پہنچ سکے گا۔ اس سلسلے میں علامہ آلوسیؒ تفسیر روح المعانی میں فرماتے ہیں کہ:

وأما الخوض فی علم النجوم لتحصيل ما يعرف به اوقات الصلوٰة وجهة القبلة و كم مضى من الليل أوالنهار وأوائل الشهور الشمسيه ونحو ذالك منه فيما أرى مايعرف به وقت الكسوف والخسوف فغير منهي عنه، بل العلم المؤدى لبعض ماذكر من فروض الكفاية۔(۵)

علم ہیئت میں انہماک نمازوں کے اوقات کی پہچان اور سمت قبلہ کی معرفت اور رات ودن کے گزرے ہوئے باقی ماندہ اوقات کے تعین اور شمسی مہینوں کے اوائل وغیرہ کی معرفت کی خاطر اور نیز اسی طرح کسوف وخسوف (یعنی چاند وسورج گرہن کے وقت متعین کرنے) کے لیے ممنوع نہیں، بلکہ ان میں سے بعض کی معرفت، حصول علم تو امت پر فرض کفایہ ہے۔

علامہ تقی الدین سبکی اپنی کتاب ''العلم المنشور فی اثبات الشہور'' میں لکھتے ہیں کہ ''رویت ہلال'' کے ثبوت وعدم ثبوت کے فیصلے کے بارے میں قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ علم ہیئت سے واقف ہو۔ اگر علم ہیئت سے خود واقف نہ ہو تو کسی واقف و ماہر عالم ہیئت سے رابطہ رکھے تاکہ چاند کی رویت کی شہادت بصیرت کے ساتھ قبول ورد کر سکے، نیز قاضی کو چاند وسورج کی گردش، اس کے قرب وبعد اور چاند کا، آفتاب کی شعاعوں سے نکلنا، قوس نور وغیرہ امور، علم ہیئت سے معرفت ہونی چاہیے۔(٦)

مفتی اعظم پاکستان حضرت مفتی محمد شفیع رحمۃ اللہ علیہ معارف القرآن میں سابق مفتی مصر علامہ بخیت کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ علم ہیئت تین حصوں پر منقسم ہے۔ ایک حصہ وصفی ہے جو اجرام سماویہ کی حرکات حسابات سے

متعلق ہے۔ دوسرا عملی جو ان حسابات کو معلوم کرنے کے لیے آلات قدیمہ وجدیدہ سے متعلق ہے۔ تیسرا طبعی جو افلاک و سیارات کی ہیئت وحقیقت سے متعلق ہے۔ پہلی دونوں قسموں کے ماہرین قدیم وجدید میں اختلاف کالعدم ہے۔ آلات ادراک میں بہت بڑا اختلاف ہونے کے باوجود نتائج پر اکثر امور میں سب کا اتفاق ہے۔ ان کا شدید اختلاف صرف تیسری قسم میں ہے (۷)۔

اسی طرح ایک جگہ علامہ سید محمود شکری آلوسی کا حوالہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں...... ہیئت جدیدہ کے بہت سے قواعد قرآن وسنت کے نصوص کے خلاف نہیں اور اس کے باوجود اگر وہ قرآن وسنت کی کسی نص کے خلاف ہو تو ہم اس کی طرف رخ نہ کریں گے اور قرآن وسنت کے نصوص میں اس کی وجہ سے تاویل نہ کریں گے، کیونکہ ایسی تاویل سلف صالحین کے مذہب میں مقبول نہیں ہے، بلکہ ہم اس وقت یہ کہیں گے کہ جو نظریہ قرآن وسنت کے خلاف ہے اس میں ہی کوئی خلل ہے، کیونکہ عقل سلیم اور نقل صحیح میں کبھی بھی اختلاف نہیں ہوتا، بلکہ یہ ایک دوسرے کی تائید کرتے ہیں (۸)۔

لہٰذا شریعت مطہرہ میں یہ بات واضح ہے کہ کسی حکم کے بارے میں فتویٰ دینے سے قبل مذکورہ مسئلہ سے متعلق ماہرین کی رائے کو دیکھا جاتا ہے اور اسی کو فتویٰ میں مدار بنایا جاتا ہے۔ مثلاً اگر کسی مریض کو رمضان المبارک میں روزہ رکھنے کی وجہ سے مرض میں شدت وہلاکت کا اندیشہ ہے تو اس کو رمضان میں روزہ نہ رکھنے کی رخصت کے لیے مسلم طبیب وڈاکٹر کی بات کو مدار بنایا جائے۔

بحث کے آخر میں قارئین کی توجہ اس بات کی جانب مبذول کرانا لازمی سمجھتا ہوں، وہ یہ کہ ہم عرصہ دراز سے مشاہدہ کرتے چلے آرہے ہیں کہ رمضان اور عیدین کے معاملے میں ہمارا اور سعودی عرب کے درمیان ہمیشہ ایک یا دو روز کا اختلاف ہوتا ہے۔ جہاں تک شرعی تقاضوں کا تعلق ہے تو یہ امر بالکل واضح ہے کہ جہاں چاند نظر آجائے وہاں اس کی شہادت کی روشنی میں اس مہینے سے متعلق دینی فرائض وواجبات ادا کیے جائیں، مگر فلکیاتی معلومات نہ رکھنے والا ایک عام انسان بھی اس بات پر حیران ہوتا ہے کہ اختلاف مطالعہ کے سبب ایک روز کا اختلاف تو ممکن ہے، مگر پاکستان میں ہر مہینے سرکاری اور نجی طور پر چاند دیکھنے کی کوششوں کے باوجود ان کی تاریخیں سعودی عرب سے دو روز پیچھے کیوں ہو جاتی ہیں؟ سعودی عرب میں ایک شام نظر آجانے والا چاند کہاں غائب ہو جاتا ہے، جو برصغیر میں صاف وشفاف آسمان پر لاکھوں متلاشی آنکھوں کو دوسری شام بھی دکھائی نہیں دیتا؟ دنیا بھر کے فلکیاتی ماہرین سے اس مسئلہ پر استفسار کیا جائے تو سب کی متفقہ رائے ہوگی کہ سعودی عرب میں اعلان کردہ تاریخوں پر چاند دکھائی دینا قطعاً ممکن نہیں۔ خود سعودی عرب کے ماہرین فلکیات اور دنیا بھر کے دیگر مسلم وغیر مسلم ماہرین سعودی عرب کی رویت کے دعویٰ کو چیلنج کرتے چلے آرہے ہیں۔ یہ دانشور اور ماہرین فلکیات حیران ہیں کہ یہ کس قسم کے لوگ ہیں، جو چاند کے مطلع پر ممکن نہ ہونے کے باوجود اسے بڑی

آسانی سے دستیاب کر لیتے ہیں اور انہیں بڑے آرام کے ساتھ مطلع پر چاند نظر آجاتا ہے۔ شریعت مقدسہ میں چاند کی رویت کے لیے قانون یہ ہے کہ اگر 29 کی رات کو مطلع بالکل صاف وشفاف ہو تو پھر جم غفیر کی رویت روزہ اور عید کے لیے ضروری ہے۔ اگر چہ ترجیح تعداد سے قطع نظر قاضی کے مطمئن ہونے کے لیے ہے، لیکن قاضی کا اطمینان بھی دو شرائط کے ساتھ مشروط ہے: پہلا امکان رویت اور دوسرا کثرت شہود۔ اس لیئے صاف مطلع کے دوران تین یا چار آدمیوں کی گواہی ناقابل قبول ہے۔ اس لیے تو مولانا مفتی عبدالرحیمؒ لکھتے ہیں کہ "مطلع صاف ہو تو ایسے موقع پر دو چار آدمیوں کی گواہی کافی نہیں ہوگی، جم غفیر اور مجمع کثیر کی گواہی ضروری ہے، جس سے شرعی قاضی، یا اس کے قائم مقام مفتی عالم کو چاند ہونے کا اطمینان ہو جائے اور شبہ قوی باقی نہ رہے (۹)۔

معروف ماہر فلکیات، ہدایہ اور قدوری کے شارح مولانا ثمیر الدین قاسمی لکھتے ہیں کہ سعودی عرب کے قاضی صاحبان مطلع صاف ہونے کے باوجود عیدین کے لیے صرف دو شہادتیں اور رمضان کے لیے صرف ایک گواہی لینے کے قائل ہیں اور اسی پر وہ اصرار کرتے ہیں، رویت عامہ کو وہ بدعت گمان کرتے ہیں۔ سعودی عرب میں رویت کا اعلان کرنے والی کمیٹی گواہوں کو تفتیش کیے بغیر صرف فون سے خبر لے کر اعلان کرتی ہے۔ مولانا موصوف کے اس بیان سے یہ بات واضح ہے کہ سعودیہ رویت اور پھر اس کا اعلان واقعی محل تامل ہے۔

جناب بشیر احمد صاحب کے مضمون شائع شدہ الخیر ملتان میں درج ہے کہ احقر کے ہمسائے اچھے پکے تبلیغی اور ریلوے ملازم جناب ملک محی الدین لڑی نے فرمایا کہ جماعت کے ایک ساتھی، مقیم قریب سرحد نے روتے ہوئے بتایا کہ میں اور چند ساتھی رمضان و عیدین کے چاند دیکھنے کی غلط شہادت دیتے تھے چند غلط بہانوں اور تاویلات کا سہارا لے کر دل کو سمجھاتے اور ضمیر کو سلاتے تھے اب توبہ واستغفار کیا ہے دعا فرمادیں، اللہ معاف فرمائے۔ بذریعہ خط یا ذاتی طور پر تصدیق کرا سکتے ہیں (۱۱)۔

جب جب حالات اس طرح کے پرفریبی کا ثبوت دیتے ہیں اس کے باوجود سعودی عرب کے قاضی صاحبان کا مذکورہ بالا راستہ اختیار کرنا یقیناً غلط ہے۔ سعودی عرب کے قاضیوں کا مذکورہ رائے فیصلوں کو دیکھتے ہوئے علمانے فیصلہ دیا ہے کہ سعودی عرب کے رویت کو قبول نہیں کیا جا سکتا۔ مولانا مفتی عبدالرحیم لاجپوریؒ فرماتے ہیں کہ

"سعودی عرب کے متعلق مشہور ہے کہ وہ چاند کے معاملے میں شرعی ثبوت کی پروانہیں کرتے، بلکہ آلات رصد یہ اور حساب کے ذریعے رمضان اور عیدین کا تعین کرتے ہیں، اگر یہ صحیح ہو تو یہ طریقہ شرعاً معتبر نہیں، اس بات کو بھی ضرور ملحوظ رکھا جائے (۱۲)۔

سعودی عرب میں رویت ہلال کی خبر کا حد استفاضہ کو پہنچنا محل تامل ہے۔ حکومت سعودیہ میں رویت کا فیصلہ مسلک حنفیہ کے خلاف ہونے کے علاوہ ہدایت کے بھی خلاف ہے، اس لیے وہ پاکستان کے لیے حجت نہیں۔

حنفیہ کے بحالت صحو مجمع عظیم کی رویت شرط ہے، مگر حکومت سعودیہ میں بہر کیف رمضان کے لیے خبر واحد اور شوال

وذی الحجہ کے لیے شہادۃ العدلین پر فیصلہ کرلیا جاتا ہے(۱۳)۔

مفتی رشید احمدؒ نے سعودی عرب کے ذمہ داروں کے نام ایک خط لکھا اور انہیں مسئلہ کی جانب توجہ دلائی ان کی طرف سے جو جواب ملا حضرت مفتی صاحب اس سے مطمئن نہ ہوئے، آپ نے پھر اس کا جواب لکھا، آپ لکھتے ہیں، اس کے جواب میں بندہ نے لکھا تھا کہ آپ کے ہاں رویت ہلال کا فیصلہ خلاف ظاہر ہوتا ہے اور میں نے اس کی وجوہ تحریر کی تھیں، مگر پھر کوئی جواب نہ ملا (خلاف ظاہر ہونے کی وجوہ یہ ہیں):

☆ بحالت صحو جبکہ رویت سے کوئی امر مانع نہیں پوری مملکت میں صرف ایک یا دو افراد کا چاند دیکھنا اور ان کے سو کسی کو چاند نظر نہ آنا محال عادی ہے۔☆ وہاں شہادت سے دوسرے روز بھی رویت عامہ نہیں ہوتی، یعنی دوسری رات کا چاند بھی عوام کو دکھائی نہیں دیتا۔☆ چودھویں، یا پندرھویں شب کو اس کا بدر کامل ہونا لازم ہے، مگر شہادت کے لحاظ سے سولہویں تا سترہویں کو بدر کامل ہو رہا ہے۔☆ جس روز مشرق کی طرف بوقت صبح چاند نظر آئے، اس روز بلکہ اس سے ایک روز بعد بھی رویت ہلال محال ہے، کیوں کہ ان ایام میں غروب شمس سے قبل ہی قمر غروب ہو جاتا ہے اور حکومت سعودیہ میں بسا اوقات خود اسی روز ہی رویت کا اعلان ہو جاتا ہے، جس روز بوقت صبح مشرق میں چاند دیکھا گیا ہے۔☆ (سعودیہ میں) جہاں رویت پر شہادت ہوئی۔ اس کے سوا دنیا میں کہیں بھی حتیٰ کہ مغرب بعید میں بھی اس روز کہیں رویت نہیں ہوتی۔☆ شہادت کی رو سے چاند کی عمر کا پہلا دن، پہلی تاریخ قرار پا رہا ہے۔ یہ بدیہی البطلان ہے۔ اس لیے کہ س کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہلال پیدائش سے بھی قبل نظر آ سکتا ہے(۱۴)۔

مراجع ومصادر:

محمد امین بن عمر بن عبدالعزیز، حاشیہ ابن عابدین، مکتبہ حقانیہ پشاور، ج:۳،ص:408۔(۱) مشکوۃ المصابیح، ص 174،بحوالہ بالا۔(۲) خالد اعجاز مفتی، ص:48،بحوالہ بالا۔(۳) ایضا،ص63۔(۴) ایضا،ص50۔(۵) ابی الفضل شہاب الدین سید محمود آلوسی، روح المعانی، دارالفکر بیروت، 1997، ج:13،ص177۔(۶) علامہ تقی الدین سبکی، العلم المنشور فی اثبات الشہور، بحوالہ رویت ہلال از خالد اعجاز مفتی، ص:68۔(۷) مفتی محمد شفیعؒ، معارف القرآن، دارالاشاعت کراچی، اپریل 2000ء ج:6،ص:496۔(۸) ایضا،ص492۔(۹) مولانا مفتی سید عبدالرحیم، فتاویٰ رحیمیہ، دارالاشاعت کراچی، ج:10،ص:169۔(۱۰) خالد اعجاز مفتی، ص:156،بحوالہ بالا۔(۱۱) ماہنامہ الخیر ملتان، جامعہ خیر المدارس، اکتوبر 2005ء،ص:14۔(۱۲) فتاویٰ رحیمیہ، بحوالہ بالا، ج ۷،ص:390۔(۱۳) مفتی رشید احمدؒ، احسن الفتاویٰ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، طبع ہفتم ۱۴۱۷ھ ج:4،ص:426۔(۱۴) ایضا، ج:4،ص:428۔

☆☆......☆☆